تاثرات

ایک زمانہ تھا کہ تعلیم و تربیت کے سلسلے ایک ساتھ چلتے تھے۔ سفرِ حیات میں دونوں کے قدم برابر برابر اٹھتے تھے۔ نہ تعلیم کا تربیت کے بغیر کوئی تصور تھا اور نہ تربیت کو تعلیم سے الگ کوئی شے سمجھا جاتا تھا۔ جب بچہ مکتب میں قدم رکھتا اور استاد کے حضور پیش ہوتا تو استاد اس کی زندگی کے ان دونوں پہلوؤں کی نگرانی کرتا تھا۔ خود والدین استاد کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت ادب سے عرض کرتے تھے کہ ان کے بچے کو اس نہج سے تعلیم دی جائے کہ وہ تربیت کے زیور سے بھی آراستہ ہو۔ اس کی نقل و حرکت، بول چال اور نشست و برخاست اس بات کی گواہی دیں کہ یہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تہذیب و شائستگی کی منزلیں بھی کامیابی سے طے کر رہا ہے۔ اس زمانے میں استاد کو مرشد کی حیثیت حاصل تھی اور وہ اپنے شاگرد کا ہر لحاظ سے نگران تھا۔ وہ اس کا نفسیاتی تجزیہ کرتا اور پوری ذمہ داری سے اپنے فرائض انجام دیتا تھا۔

اس دور کے اساتذہ اب بھی موجود ہیں اور جن تلامذہ کو ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کے مواقع میسر آئے، ان سے بھی یہ عالمِ آب و گل ابھی خالی نہیں ہوا۔ ان کے فیضِ تربیت اور اسلوبِ تعلیم کی برکت سے وہ علوم و معارف کے اونچے سے اونچے فرازوں تک پہنچے اور تحقیق و کاوش کی انتہائی بلندیوں پر فائز ہوئے لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ تعلیمی اداروں میں علم کی دنیا بالکل بدل چکی ہے۔ تعلیم عام ہو رہی ہے۔ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے، علوم کی مختلف اصناف کی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کی جا رہی ہیں، مگر یہ سب "تلقینِ غزالی" سے خالی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حسین سانچے ٹوٹ گئے ہیں جن سے کچھ عرصہ پیشتر کے اہلِ علم ڈھل کر نکلے تھے۔ یقیناً یہ علم کی توہین ہے کہ اہلِ علم اپنے مرتبے کو نہ پہچانیں۔ طلبا اخلاق و شرافت سے بے بہرہ ہو جائیں اور تہذیب و شائستگی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ علم کے بڑے بڑے مراکز میں تعلیم پانے والوں کے بارے میں جو خبریں آئے دن لوگ اخبارات میں پڑھتے ہیں، وہ خود طلبا، ان کے والدین اور اساتذہ کے لیے بالخصوص توجہ طلب ہیں اور انھیں یہ سوچنے کی دعوت دیتی ہیں کہ یہ پود کدھر کو جا رہی ہے اور اس کی منزلِ مقصود کیا ہے؟

(محمد اسحاق بھٹی)